گردشِ دولت میں تقسیمِ وراثت کا کردار

محی الدین ابوبکر

مال و دولت کو انسانی زندگی میں غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔ اسی اہمیت کے پیشِ نظر مال ضائع کرنے والوں کو سفہاء کہا گیا، شیطان کے بھائی اور ساتھی قرار دیا گیا۔ کیونکہ مال و دولت قیام و استحکام زندگی کا ذریعہ اور سبب ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ولا توتو السفهاء اموالکم التی جعل الله لکم قیاما﴾(۱)

امام رازی مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"قولہ تعالیٰ ﴿التی جعل الله لکم قیاما﴾ معناه انه لا یحصل قیامکم ومعاشکم الا بهذا المال، فلما کان المال سببا للقیام والاستقلال سماه بالقیام اطلاقا لاسم المسبب علی السبب علی سبیل المبالغة یعنی کان هذا المال نفس قیاکم و ابتغاء معاشکم"(۲)

اللہ رب العزت کی نگاہ میں مال انسانی زندگی کے قیام کا ذریعہ ہے جبکہ دنیاداروں کی نظر میں مال عزت و شرف کا پیمانہ ہے حتی کہ رسالت و نبوت کے لیے بھی معیار و استحقاق مال کو قرار دیتے ہیں۔ ان کے نظریہ کو قرآن ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

﴿وقالوا لو لا نزل هذا القرآن علی رجل من القریتین عظیم﴾(۳)

"وہ کہتے ہیں کہ کیوں نہیں اتارا گیا یہ قرآن کسی ایسے شخص پر ان دو بستیوں میں سے جو عظیم ہو"

گویا مال کا ہونا عظمت وفضیلت اور مال کا نہ ہونا ذلت وخواری ہے آج کے دور میں اسی اصول کا چلن ہے۔ لہٰذا دنیاداروں کی فطرت میں مال کی طرف رغبت اور حرص اس قدر ہے کہ اس کی نشان دہی اللہ تعالیٰ ان الفاظ میں فرماتے ہیں:

﴿ولولا ان یکون الناس امة واحدة لجعلنا لمن یکفر بالرحمن لبیوتهم سقفا من فضة و معارج علیها یظهرون﴾(۴)

مال ودولت کی اس اہمیت کے پیش نظر گردش دولت کا اہتمام ضروری ہے۔

گردشِ دولت کا مفہوم

”دولت پہلے عاملین پیدائش میں تقسیم کی جائے گی۔ اس کو فنی اصطلاح میں تقسیم دولت (Distribution of wealth) کہا جاتا ہے۔ پھر ان عاملین پیدائش کے ذریعہ دولت کی تقسیم کا عمل دوبارہ شروع ہو کر دولت کو ان افراد معاشرہ تک لے جایا جائے گا جنہوں نے اپنی مجبوریوں یا دیگر وجوہ کی بناء پر پیدائش دولت کے عمل میں براہ راست حصہ نہ لیا ہوگا اس دوبارہ تقسیم کے عمل کو معاشیات کی اصطلاح میں تقسیم دولت کا اعادہ (Redistribution of wealth) کہا جاتا ہے“(۵)

گردش دولت کی معاشرتی اہمیت

مال ودولت اگر گردش میں رہے تو آب جو کی مانند حیاتِ نو کا باعث، سکون وامن کا ذریعہ اور باہم محبت والفت کا منبع ہوتے ہیں اور اگر جوہڑ کے پانی کی طرح ایک ہی مقام پر جمع ہوں تو تعفن، باہم نفرت، حسد وبغض اور معاشرتی ناخوشگواریوں کو جنم دیتے، فتنہ وفساد اور کشت وخون کا پیش خیمہ ثابت ہوتے ہیں۔

قرآن نے ایک دوسرے موقع پر معاشی ناہمواریوں کو اقوام کی تباہی کا ذمہ دار قرار دیا ہے۔ سورہ بنی اسرائیل میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اذا اردنا ان نهلک قریة امرنا مترفیها ففسقوا فیها فحق علیها القول

فد مرنها تدمیرا ﴿(٦)

ان الفاظ میں اللہ تعالیٰ نے اپنا ایک قانون بیان فرمایا ہے کہ جب ہم کسی بستی، کسی قوم اور کسی سوسائٹی کی ہلاکت کا فیصلہ کرتے ہیں تو یہ صرف اس صورت میں ہوتا ہے جبکہ خوشحال لوگ اپنی بڑھتی ہوئی دولت کے نشے میں فسق کرنے پر اتر آتے ہیں اور ہمارے قانون عذاب کے تقاضے پورے ہونے لگتے ہیں۔ چنانچہ یہ عذاب وارد ہوجاتا ہے ظاہر بات ہے کہ جس سوسائٹی میں دولت کمانے کے ناجائز طریقے چلنے لگیں اور کبر اور اسراف کے مظاہرے ہوں اور تقسیم دولت میں ناہمواری ہو وہ سوسائٹی ہر لحظہ عذاب کی زد پر رہے گی۔(٧)

آدمی فقر و فاقہ پر اس وقت تو صبر کر لیتا ہے جب یہ وسائل رزق کی کمی اور افراد کی زیادتی سے پیدا ہوگئی ہو مگر جب اس کا سبب وسائل رزق کی غلط تقسیم اور مال داروں کی غریب طبقہ پر ظلم و زیادتی ہو اور سوسائٹی میں اکثریت کے مفاد کو نظر انداز کر کے اقلیت گلچھڑے اڑا رہی ہو تو پھر غریب طبقہ میں فقر و فاقہ کے باعث اضطراب و اشتعال پیدا ہوتا ہے اور لوگوں میں باہمی اخوت و محبت کے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں۔(٨)

> *"The production of wealth is, no doubt, important and necessary, but much more important is the way in which wealth is distributed.........therefore it may be said that the welfare and prosperity of the people depends not on prodution alone, but also its proper distribution. Wealth may be produced in great abundance in any country, if its distribution is not based on right and just principle, the country cannot prosper" (9)*

گردش دولت کی اہمیت اس سے کھل کر سامنے آتی ہے کہ ”سکہ خدا کا نشان ہے وہ ایک حاکم کے مانند ہے۔ سکے اور سرمایہ کو چلتا رہنا چاہیے کیونکہ اس کو جمع کر کے روک رکھنا ایسا ہے جیسے کہ ایک مدبر حاکم کو قید میں ڈال دیا جائے“۔(١٠)

مدبر حاکم یقیناً انعامات ربانی میں سے ایک بڑا انعام ہے جیسے مدبر حاکم کو قید کرنا انسانیت پر ظلم عظیم ہے اسی طرح گردش دولت کو روکنا بھی ایک بھیانک جرم ہے۔

گردش دولت معاشرتی امن وسکون کے لیے بنیادی ضرورت ہے۔ گردش دولت میں رکاوٹ باہم نفرت اور دشمنی کا سبب بنتی ہے جس سے معاشرہ زوال پذیر ہو جاتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد مبارک میں اسی جانب اشارہ ہے:

''جو قومیں تم سے پہلے تھیں ان کو حرص وبخل ہی نے ہلاک کیا''۔ یعنی حرص اور بخل ہی کے یہ نتائج تھے کہ کشت وخون اور استحلال محارم تک نوبت پہنچی''۔(۱۱)

قوموں کو سب سے بڑا مرض جو لگتا ہے اور جس سے ان کی بڑی سے بڑی افرادی قوت سمندر جھاگ کی طرح ہو جاتی ہے اور دشمن اس کو نوالہ تر بنا لیتے ہیں وہ ایسا گھن ہے جو اندر ہی اندر قوموں کی قوت مزاحمت ختم کر کے رکھ دیتا ہے۔ ان کا نفوس میں کسلمندی پیدا کر دیتا ہے ان کی قوت عزم مٹا دیتا ہے اور ان کی معنوی طاقت کو ملیا میٹ کر دیتا ہے۔ اس مرض کو اور اس گھن کو رسول اللہ ﷺ نے دو امور میں منحصر فرمایا ہے''دنیا کی محبت اور موت کا خوف''۔

جب مسلم کو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ آخرت کی خاطر دنیا کو کیسے ترک کر دے، کس طرح مال خرچ کرے اور کس طرح کسی مصلحت کے لیے اور کسی دوسرے کی ضرورت کے لیے اپنے ہوائے نفس کو مؤخر کرے تو وہ درحقیقت اس گھن کو ختم کرنے اور اپنی اندرونی قوت کو بحال کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔(۱۲)

اسلام دولت کو گردش میں رکھنے کا اہتمام کرتا ہے تا کہ معاشرتی استحکام میسر رہے۔

"Islam emphasizes voluntary spending for the welfare of the poor and the needy not only to banish poverty but also to promote social cohesion and harmony. The implication is that if people are self-centred and oblivious of the hardships of the poorer sections of the society, they can all come to grief because of absence of fellow feeling.

History shows that callousness toward the plight of the poor results eventually in social disruption. discard and civil commotion. On the other hand, if people practice Infaq and derive satisfaction from helping the poor and the needy, society as a whole gains in terms of peace and amity". (13)

گردش دولت باہم محبت کا ذریعہ بنتی ہے اگ معاشرے کے تنگ دست لوگوں (فقراء) کو یہ علم ہو کہ فلاں شخص ان کی تنگدستی دور کرنے کے لیے اپنے مال کا کچھ حصہ صرف کرر ہا ہے اور جس قدر اس کے مال میں اضافہ ہوگا اس کی امداد واعانت بڑھتی جائیگی تو وہ اس کے حق میں دعائے خیر کریں گے اور اس کی بھلائی کے خواستگار ہوں گے اور ان کے دلوں کی حرارت اور روحانی تاثیر اس انسان (مالدار) کے دل میں خیر کے سرچشمہ کو فروغ اور جذبہ انسانی ہمدردی کو دوام بخشے گی۔ (۱۴)

جیسا کہ قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ میں ارشاد ہے:

﴿اما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض ﴾(۱۵)

''اور جو چیز انسانوں کے لیے نافع ہو وہ زمین میں ٹھہر جاتی ہے''

اور جو نافع نہ ہو وہ حرف غلط کی طرح مٹ جاتی ہے۔ جس معاشرہ کے اصحاب ثروت حاجت مندوں کی ضروریات کا خیال رکھتے ہیں، بے سہاروں کا سہارا بنتے اور بے مایہ کی دست گیری کرتے ہیں تو اس معاشرے کو استحکام نصیب ہوتا ہے اور وہ قوم حقیقی معنوں میں قوم بن جاتی ہے۔

فقیر اور ضرورت مند کا یہ احساس کہ وہ اس معاشرے میں ضائع اور بے کار نہیں بلکہ معاشرہ اس کا خیال رکھتا ہے اور اس کی جانب توجہ دیتا اور اس کے وجود کو اہمیت دیتا ہے یہ احساس فقیر بے مایہ کی شخصیت کو سنبھالنے اور اس کے نفسیاتی وجود کو سہارا دینے کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے اور اس احساس سے بالآخر تمام قوم مستفید ہوتی ہے۔ (۱۶)

گردش دولت مضبوط معیشت کی بنیاد فراہم کرتی اور کامیابی کی راہیں مہیا کرتی ہے۔

"A nation that cannot order its economics on healthy and

strong foundations has little propspect of success or prosperity". (17)

اخلاقی وروحانی اہمیت

گردش دولت میں رکاوٹ انسان کوفقیر واحتیاج میں مبتلا کرتی ہے جوفطرت کے منشاء کے خلاف ہے۔اس لیے کہ وہ چاہتا ہے کہ انسان کواس کی مادی ضروریات سے فارغ کر کے ان بلند مقامات ومنازل کی طرف توجہ کرنے کا موقع فراہم کرے جومقام انسانیت اوراس خصوصی شرف وامتیاز کے شایان شان ہیں جواللہ تعالیٰ نے بنی آدم کوعطا فرمایا ہے۔(۱۸)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ولقد کرمنا بنی آدم وحملنھم فی البر والبحر و رزقنھم من الطیبت وفضلنھم علی کثیر ممن خلقنا تفضیلا﴾(۱۹)

دولت کوگردش میں رکھنے سے جاں مستحق کواللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اورانابت کا موقع ملتا ہے وہیں منفق کی روحانی ترقی اوررفعت کا ذریعہ بنتا ہے۔

جب کسی مسکین کوکوئی ضرورت پیش آتی ہےاوروہ زبان حال یایازبان قال سےاللہ تعالیٰ کے جناب اقدس میں ملتجی ہوتا ہےتواس کے یہ معنی ہیں کہ وہ حق تعالیٰ کے جودورحمت کادروازہ کھٹکھٹاتا ہے اس کا نتیجہ بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ کسی پاکیزہ نفس انسان کے دل میں یہ القاء کیا جاتا ہے کہ وہ اس کی احتیاج کورفع کرے جب وہ اس الہام کوقبول کرلیتا ہےاوراس کی تعمیل کرلیتا ہےتو اس کا یہ فعل باری تعالیٰ کی خوشنودی کاموجب بنتا ہے۔(۲۰)

گردش دولت میں ناہمواری اوررکاوٹ غربت کا سبب بنتی ہے جس کے روحانی نقصانات ہوتے ہیں۔

غربی قویٰ انسانی پر بہت برااثر ڈالتی ہے بلکہ بسااوقات انسانی روح کے مجلّا آئینہ کواس قدر زنگ آلودکردیتی ہے کہ اخلاقی اورتمدنی لحاظ سےاس کاوجوداورعدم برابرہوجاتا ہے۔(۲۱)

اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو کنبہ قرار دیتے ہیں۔ لہٰذا مال و دولت کو غرباء پر خرچ کرنے سے اللہ تعالیٰ کی محبت نصیب ہوتی ہے جو کسی انسان کے لیے بہت بڑی کامیابی اور سعادت ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

''الخلق عیال اللہ فاحب الخلق الی اللہ من احسن الی عیالہ'' (۲۲)

معاشی اہمیت

دولت معاشی جسم میں دوڑنے والا خون ہوتا ہے۔ اس کا چلتے رہنا زندگی کی نوید اور اس کا رک جانا موت کا پروانہ ہوتا ہے۔ کوئی بھی معاشی نظام ہو وہ کامیاب معاشی نظام جبھی قرار پائے گا جب تمام لوگ بڑے چھوٹے، امیر غریب زندگی کی نعمتوں سے متمتع ہوں اور یہ صرف گردش دولت سے ممکن ہے۔

مال کے گردش میں آنے اور صرف کیے جانے سے روکنے کو اسلام ایک اور زاویہ سے بھی دیکھتا ہے یعنی یہ کہ اس کا اس طرح روکے رکھنا اس کے حقیقی عمل کو معطل کر دیتا ہے۔ جماعت کا مفاد متقاضی ہے کہ اس کی دولت ہمیشہ گردش کرتی رہے تاکہ زندگی ہر طرح پھلے پھولے، پیداوار میں زیادہ سے زیادہ اضافہ ہو، محنت کاروں کے لیے وسائل کار فراہم ہوں۔ انسانیت عامہ کو تعمیری سرگرمیوں کے پورے پورے مواقع میسر آئیں۔ مال کا روکے رہنا اس پورے نظام کو معطل کر دیتا ہے لہٰذا وہ اسلام کے نزدیک حرام ہے اس سے مالدار افراد کے مخصوص مفادات اور سماج کے عام مصالح دونوں کا خون ہوتا ہے۔ (۲۳)

دولت کی گردش معاشی ترقی اور خوشحالی کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔ روزگار کے مواقع پیدا ہوتے ہیں۔ گرم بازاری کا رجحان ہوتا ہے۔

> *" The relation between growth and employment has generally been assumed to be of a direct nature. For example, it is assumed that any increase in growth will increase employment". (24)*

اسلام نہیں چاہتا کہ دولت قوم کے مالدار افراد کے درمیان گردش کرتی رہے اور عوام کی اکثریت کو خرچ کرنے کے لیے مال نہ میسر ہو کیونکہ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قوم کی زندگی ٹھٹھر کر رہ جاتی ہے اور روزگار اور آمدنی کی سطح گر جاتی ہے۔ اکثر لوگوں کے ہاتھوں میں مال ہوگا تو وہ اسے ضروریات زندگی کی خریداری میں صرف کریں گے۔ اشیاء کی طلب بڑھے گی، پیداوار میں اضافہ ہوگا اور قابل کار افراد کے لیے مکمل روزگار حاصل ہو سکے گا۔ اس طرح محنت، پیدائش دولت اور صرف دولت کا عمل اپنے قدرتی انداز پر جاری رہ کر مفید نتائج سامنے لا سکے گا۔ (۲۵)

گردش دولت مال میں اضافے اور برکت کا ذریعہ بنتی ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے "یہ مال سرسبز اور میٹھی چیز ہے (اس میں جاذبیت ہے اور شخص اس کو محبوب سمجھتا ہے) جس نے اس کو فیاض منشی کے ساتھ لیا اس کے لیے اس میں برکت دی جائے گی لیکن جس شخص کا نفس اس کی طرف نگران رہتا ہے وہ اگر لے گا تو اس کے مال میں ہرگز برکت نہیں دی جائے گی اس کی مثال یہ ہوگی جس طرح کوئی آدمی کھاتا ہے لیکن اس کا پیٹ نہیں بھرتا۔ برکت کا مفہوم کئی ایک باتوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ اس سے دل کو اطمینان اور تشفی حاصل ہو مثلاً دو شخص ہیں ہر ایک کے پاس دو درہم موجود ہیں ایک تو ہر وقت مستقبل کے غم میں گھلا جاتا ہے لیکن دوسرے پر رجا غالب ہے اور تنگدستی پیش آنے کا اس کے دل میں خیال تک پیدا نہیں ہوتا۔ اسی کا نام حیات طیبہ ہے اور اول الذکر کو قرآن مجید میں ﴿معشیة ضنکا﴾ کے الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے۔ (۲۶)

﴿معشیة ضنکا﴾ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا مشاہدہ قدم قدم پر افراد و اقوام کی زندگیوں میں کیا جا سکتا ہے۔ یورپ اور امریکہ معاشی ترقی کے باوجود مستقبل میں فقر اور تنگدستی کے خوف میں مبتلا رہتے ہیں اور اسی خوف میں دنیا پر جنگیں مسلط کر رہے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح دنیا کے وسائل پر ان کا غاصبانہ قبضہ ہو سکے۔

زکوۃ بھی گردش دولت کا ایک ذریعہ ہے جو دولت امراء کے ہاتھوں سے نکال کر غرباء کے حوالے کرتی ہے جس کے بہت صحت مند معاشی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

"Zakat is a positive factor in raising the level of consumption in the society. the heads of account on which Zakat is distributed consist mainly poorer section of the society. these people have a higher marginal propensity to consume. Zakat transfers wealth from the rich to the poor or from people of lower marginal propensity to consume to people of higher marginal propensity to consume. In this way the aggregate demand rises which gives a boost to the level of employement". (27)

معیشت کوئی بھی ہو اس کے وجود کے لیے گردش دولت لابدی ہے حتیٰ کہ سرمایہ دارانہ معیشت جس میں سب کی سب معاشی سرگرمیوں کا مرکز و محور ذاتی نفع ہوتا ہے اس میں گردش دولت کی خاطر دوسرے افراد و ممالک کو قرض دیا جاتا ہے تاکہ نفع کمانے کا موقع ملتا رہے اگر ذاتی نفع کی توقع نہ ہو تو انسانوں کو قوت لایموت مہیا کرنے والی اشیاء تلف کر دی جاتی ہے۔

۱۹۳۴ء میں لورپول کی بندرگاہ سے دس لاکھ سنگتروں کو سمندر کی موجوں کی نذر کر دیا گیا تاکہ رسد بڑھنے نہ پائے اور اس طرح قیمتوں میں کوئی کمی واقع نہ ہو ___ یہی وہ سنگترے تھے جن کے لیے لورپول کے بچے ترستے تھے اور ان کے لیے یہ ایک جنس نایاب تھی۔ (۲۸)

یہ تو سنگترے تھے جو مل جائیں تو بہت بہتر نہ بھی ملیں تو گزبسر ہو سکتی ہے۔ یہاں تو انسانوں نے وہ مناظر بھی دیکھے ہیں کہ الحفیظ والامان۔ ایک طرف لوگ فاقوں مر رہے ہیں ہڈیوں کے ڈھانچے بنے ہوئے ہیں جبکہ دوسری طرف (ٹنوں) گندم سمندر برد کر دی جاتی ہے کہ نفع کم ہو جائے گا اور اسی نفع کے کم ہونے کا جب خدشہ ہوتا ہے تو ضرورت مندوں کو قرض دینے کے مواقع تلاش کیے جاتے ہیں۔

دولت کو گردش میں لانے کے لیے مختلف حربے استعمال کیے جاتے ہیں، ٹیکس لگائے جاتے ہیں، زکوٰۃ وصول کی جاتی ہے، صدقاتِ نافلہ پر ابھارا جاتا ہے، اوقاف کے ذریعے عوام کی خدمت کی

جاتی ہے اور وراثت تقسیم کی جاتی ہے۔

وراثت کا مفہوم

وراثت ایک غیر اختیاری انتقال ملکیت ہے جس کے ذریعہ ایک متوفی کا ترکہ اس کے ورثاء کے حق میں بطریق خلافت (جانشینی) منتقل ہو جاتا ہے۔(۲۹)

انسانی زندگی میں ارتقائی عمل مسلسل جاری رہتا ہے کسی بھی معاملے میں یہ فیصلہ کرنا کہ یہ اس کی انتہائی شکل ہے، بہت دشوار ہوتا ہے۔ کچھ ایسا ہی معاملہ وراثت کے ساتھ بھی رہا ہے انسان کی زندگی کے ساتھ موت کا سلسلہ بھی چل رہا ہے۔ جب کوئی شخص اس جہان فانی سے رخ موڑتا ہے تو اپنی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ کچھ ترکہ بھی چھوڑتا ہے اور اس کے لواحقین کی تعداد بھی اکثر وبیشتر ایک سے زیادہ ہوتی ہے۔ جہاں وہ اس کی ذمہ داریاں اپنے سر لیتے ہیں اس کا ترکہ بھی ان کے حصے میں آتا ہے۔ اس ترکے کو ورثاء میں کس نسبت سے تقسیم کیا جائے اور اس کے مستحق کون لوگ ہیں تاریخ کے ہر دور میں اس قضیے کو حل کرنے کے لیے مختلف انداز اختیار کیے گئے۔

یوں تو جب سے مخلوقات میں شخصی یا انفرادی حقوق کی ابتداء ہوئی ہے میراث اور ورثاء میں اس کی تقسیم کا ایک غیر معین دستور چلا آ رہا ہے لیکن ما قبل اسلام تمام ممالک میں عموماً عرب میں خصوصاً مسئلہ توریث جزوی اور غیر مکمل ہی تھا۔(۳۰)

انسانیت کی تاریخ سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو کر سامنے آتی ہے کہ ہر مقتدر کی یہ خواہش رہی ہے کہ اقتدار اس کے گھر کی لونڈی بن کے رہے چاہے اس کے لیے اسے کیسے ہی پاپڑ بیلنے پڑیں۔ اسی اقتدار کو قائم رکھنے کے لیے چھوٹے پیمانے پر جائیدار کو یکجا رکھنے کی کوشش کی جاتی تھی۔ اسی طرح ترکے کی تقسیم میں خلفِ اکبر کی رسم چل نکلی تھی کہ

''اس وقت بھی انگریزی قانون میں قانونِ خلف اکبر کا نفاذ موجود ہے۔ علاوہ بریں اصول نمائندگی بھی رائج تھا یعنی یہ کہ خلف اکبر اگر فوت ہو اور اس کا کوئی فرزند موجود ہو تو کل کی کل جائیداد خلف اکبر کے فرزند کو ملتی تھی۔ دوسری اولاد محض اس بدقسمتی کے باعث کہ مورث کی وہ خلف اکبر نہیں

محروم ہو جاتی تھی۔(۳۱)

ہندوستان جو قدیم تہذیب کا گہوارہ تھا وہاں بھی تقسیم وراثت کا کوئی مبنی بر انصاف دستور و رواج نہ تھا۔ بلکہ جائیداد کو اکٹھا رکھنے کا رجحان تھا۔

کل جائیداد منقولہ وغیر منقولہ اجتماعی ملک ہے اور کوئی رکن خاندان اس کو بلا اجازت کل ارکان خاندان کے علیحدہ نہیں کر سکتا۔ خاندان کا بزرگ جائیداد کا انتظام کرتا ہے اور اس کی حکومت خاندان پر پوری ہے اس کے مرنے کے بعد بڑا بیٹا جانشین ہوتا ہے اور جائیداد مطلق تقسیم نہیں ہوتی۔ خاندان کے کل ارکان اسی طرح اس کی اطاعت کرتے ہیں جیسے اس کے باپ کی کرتے تھے۔(۳۲)

جہاں مردوں میں سے خلف اکبر کے علاوہ باقی کو جائیداد سے محروم رکھا جا رہا ہو وہاں عورتوں اور بچوں کا جائیداد میں سے حصہ ملنا ممکن نہیں ہے۔ لہٰذا عورتوں اور بچوں کو سب کی سب قدیم روایات میں حق وراثت سے محروم رکھا گیا حتی کہ بائبل میں بھی عورت کو وراثت میں حصہ دار نہیں قرار دیا گیا۔

"Women and minor males were denied inheritance not only in the pagan Arabia but in the law of the Bible also" (3)

اسی طرح قدیم یونان میں بھی عورت کو ترکہ میں سے حصہ نہ ملتا تھا۔

قانون یونان میں عورتوں کی حالت اس سے بہتر نہ تھی اور انہیں کسی قسم کا حق حاصل نہ تھا۔ یہاں تک کہ حق وراثت بھی نہیں دیا گیا تھا۔(۳۴)

سرزمین عرب میں بھی عورت اور بچے حق وراثت نہ رکھتے تھے۔

﴿فانهم كانوا لا يورثون النساء والاطفال ، ويقولون لا يرث الا من طاعن بالرماح و ذادعن الحوذه و حاز الغنيمة﴾(۳۵)

بلکہ وراثت کی تقسیم دو وجوہات سے ہوتی تھی۔ جاہلیت میں دو سبب سے وراثت جاری ہوتی تھی ایک نسب، دوسرا عہدہ---- نسب میں بھی وہ لوگ ان لوگوں کو حصہ دیتے تھے جو میت کی طرف سے نیزہ لے کر لڑ سکتے تھے اس لیے عورتوں اور چھوٹے لڑکوں کو حصہ نہ دیتے تھے۔(۳۶)

دورِ حاضر کا غالب معاشی نظام سرمایہ دارانہ نظام ہے جس کی خشت اول ہی جاگیرداری کو ختم

کرتا تھا۔اس میں بھی معاشی استحصال کی بدترین صورت پائی جاتی ہے۔

نظام سرمایہ داری کی خصوصیت میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ایک شخص کی جمع شدہ دولت اور جائیداد کوحتی الوسع یکجا رکھا جاتا ہے اور مرتکز شدہ سرمائے کو جوں کا توں اولاد اکبر (Primogeniture) کی طرف منتقل کر دیا جاتا ہے۔(۳۷)

اسلام جو عدل و انصاف کا علمبردار ہے اس نے تقسیم وراثت کا قانون متعارف کرایا اور کلانیت کے قانون کو ختم کیا۔

آپ ﷺ دنیا میں پہلے اشتراکیت پسند معاشی ہیں جنہوں نے سرمایہ محصول عائد کیا اور کلانیت کے قانون کو برخاست فرما دیا۔جس کی رو سے مولودِ اکبر پوری جائداد کا بلاشریک وسہیم وارث ہوتا تھا اوراس کے چھوٹے بہن اور دیگر رشتہ دار محروم رہتے تھے۔(۳۸)

اسلام نے نہ صرف یہ کہ عورت کو وراثت میں حصہ دار قرار دیا بلکہ انصاف کے تقاضوں کے عین مطابق اس کو وراثت میں سے حصہ دلوایا۔بعض لوگوں کو بظاہر عورت کا خسارہ نظر آتا ہے جبکہ حقیقت حضرت اقبال کی نظر میں یوں ہے۔

"The share of the daughter is determined not by any inferiorty inherent in her, but in view of her economic opportunities, and the place she occupies in the social structure of which she is a part and parcel.......while the daughter, according to Muhammaden Law, is held to be full owner of the property given to her by both the father and the husband at the time of her marriages; while, further, she absolutely own her dower-money, which may be prompt or deffered according to her own choice, and in lieu of which she can hold possession of the whole of her husband,s property till payment, the responsibility of

maintaining her throughout her life is wholly thrown on the husband". (39)

اسلام کے عورتوں کے مقرر کردہ حقوق وراثت دوسری مذہبی اور غیر مذہبی روایات میں سے سب سے زیادہ منصفانہ اور فائدہ مند ہیں۔

احکام وراثت قرآن میں نہایت ہی منصفانہ ہیں۔ بیاہی ہوئی عورتیں جن کی نسبت یہ خیال ہے کہ ان کے ساتھ مسلمان بہت بری طرح سلوک کرتے ہیں بمقابل ہمارے قانون (فرانسیسی اور انگریزی) قانون اسلام کی رو سے بہت زیادہ حقوق وراثت رکھتی ہیں۔(۴۰)

فقر اسلام کے مزاج کے خلاف ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

''كاد الفقر ان يكون كفرا''(۴۱)

لہٰذا اسلام غربت کی راہ کو روکتا ہے اور اس مقصد کے حصول کے لیے دولت کو گردش میں رکھتا ہے۔ قانون وراثت اس سلسلے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

"The Muslim law of inheritance is a very powerful and effective measure both in checking accumulation of wealth in fewer hands and in spreading it out among the larger section of the community. Its usefulness and importance has been recognised even by the great opponents of Islam. Dr. Ramsey in his book writes that law of inheritance of Islam is based on more reasonable and perfect principle that is known to the civilized world". (42)

اسلامی قانون وراثت میں تقسیم دولت کا جو طریقہ ہے وہ ایسا معتدل اور مدبرانہ ہے کہ اگر صحیح طور پر اس کو اختیار کیا جائے اور سوسائٹی میں اس کا رواج عام ہو جائے تو نہ اس سے سرمایہ دارانہ دولت پیدا ہونے کا امکان باقی رہتا ہے کہ جس سے تعلقہ اور سٹیٹ بنتے ہیں اور نہ افراد و اشخاص کے درمیان افلاس و فاقہ مستی کو فروغ ہو سکتا ہے کیونکہ یہ ایک ایسا نظام ہے جس سے دولت کے ہر وقت گردش میں

رہنے اور ایک ہاتھ سے نکل کر دوسرے کے ہاتھ میں پہنچتے رہنے کی وجہ سے کم وبیش ہر ایک فرد کو فائدہ بخشتے رہتے ہیں۔(۴۳)

وراثت کی عدم تقسیم جہاں تعلقہ اور سٹیٹ جنم دیتی ہے وہیں حقوق کی غصب ہونے اور اسراف وتبذیر کا سبب بنتی ہے۔اسلام کا قانون وراثت ایسا منصفانہ قانون ہے کہ وہ ان ناپسندیدہ امور کی راہیں مسدود کرتا ہے۔

اسلام نے میت کی جائیداد میں حق داروں کے حصے اس لیے معین ومقرر کیے ہیں کہ حق داروں کے حقوق محفوظ رہیں اگر میت کے اقرباء اور والیوں میں سے کل جائداد کا ایک ہی شخص کو اختیار کلی دیا جائے اور دوسرے اقرباء کے حصے اس میں مقرر نہ ہوں تو اکثر ایسے افراد ہوتے ہیں کہ جائیداد کو اپنی غرض میں اڑا دیتے ہیں اور اپنے فوائد واغراض وعیش کے سوائے دوسرے حق داروں کی غور وپرداخت اور ان کے حقوق کی پرواہیں کرتے اور جائیداد میں ظالمانہ تصرف شروع کر دیتے ہیں حتی کہ سارے ترکہ کو اپنے عیش وعشرت پر خورد برد کر دیتے ہیں۔لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان ظالمانہ کاروائیوں کو روکنے اور ان کے انسداد کے لیے جائیداد میں ہر ایک حقدار کے حصے معین فرما دیئے تاکہ ایک ہی شخص دوسرے حق داروں کے حصوں کو اپنی اغراض میں خورد برد نہ کر سکے بلکہ حصوں کے مطابق جائیداد سب اہل حقوق لے کر اپنے اپنے حصہ سے آزادی کے ساتھ منتفع ہوں۔(۴۴)

تقسیم وراثت گردش دولت کا اس قدر مؤثر ذریعہ ہے کہ وہ پیدائش دولت کا بھی سبب بنتی ہے۔

خود جائیداد کی بھی اس میں مصلحت ہے وہ یہ کہ کسی بڑی سے بڑی جائیداد میں بھی متعدد حصہ داروں کے حقوق اور حصے معین ومشخص ہونا اس کے لیے حفاظت واستحکام کا موجب ہے کیونکہ ہر ایک حصہ دار اپنے معین حقوق کی وجہ سے اس مشترکہ جائیداد کی بہتری وبہبودی کے لیے سعی کرے گا۔ پس جس جائیداد کے حق دار زیادہ ہوں گے اسی قدر اس کے لیے استحکام کا سبب ہے۔یہ مشترک رہنے کی صورت میں ہے اور اگر تقسیم کر لیں تو ہر شخص اپنے نفع کے لیے اس کی ترقی کے لیے ایسا اہتمام کرے گا کہ درصورت اس شخص کے اصل مالک اور دوسروں کے گذار خوار ہونے کے ایسا اہتمام ممکن نہ تھا

کیونکہ ایسے امر میں کون سعی کرتا ہے جس سے زیادہ منتفع دوسرے لوگ ہوں۔(۴۵)

اگر ابتداء ہی سے تقسیم وراثت کا مناسب انتظام ہوتا تو انسانیت جاگیرداری کے ظلم واستبداد سے بچ جاتی اور اس کے ساتھ ہی معاشی ترقی بھی ہوتی۔

"And if the rest of the world had followed Islamic Laws of Inheritance history would not have known the human slavery that resulted from feudalism through the ages. There was one danger, however, if the parecIling out of land by inheritance to such fragmentations then it would become unpracticable to cultivate small bits. In such case an automotive remedy would work, an inhertior who does not consider it worth while to cultivate a small fragment of an acre, would sell out and look for other sources of income". (46)

تقسیم وراثت کی اسی اہمیت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی وصیت قرار دیا۔

اللہ تعالیٰ نے جب اس تقسیم کو اپنی وصیت سے تعبیر فرمایا تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ جن کو اس نے کسی مورث کا وارث قرار دیا ہے ان کے لیے اس نے انصاف اور حکمت پر مبنی وصیت خود فرما دی ہے۔ رب کریم ورحیم کی اس وصیت کے بعد اگر کوئی مورث کسی وراثت کے لیے وصیت کرتا ہے تو در حقیقت یہ خدا کی وصیت کی اصلاح بلکہ صحیح تر الفاظ میں اس کی مخالفت ہوئی جو تقویٰ کے بالکل منافی ہے۔ اس سے یہ بات صاف نکلتی ہے کہ مورثوں کو وصیت کی جو اجازت دی گئی ہے اس کا تعلق وارثوں سے نہیں جن کے باب میں خود خدا کی وصیت موجود ہے بلکہ یہ غیر وارثوں کے لیے خاص ہے چنانچہ اسی بنیاد پر نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''لا وصية لوارث''

حوالہ جات

۱۔ النساء/۵

۲۔ الرازی،فخر الدین امام،التفسیر الکبیر،۹/ ۱۸۶،طہران،دارالکتب العلمیۃ،س۔ن

۳۔ الزخرف/۳۱

۴۔ الزخرف/۳۳

۵۔ غفاری،نور محمد ڈاکٹر،اسلام کا معاشی نظام،ص ۶۸،لاہور مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری،۱۹۹۴ء

۶۔ بنی اسرائیل/۶

۷۔ نعیم صدیقی،معاشی ناہمواریوں کا اسلامی حل،ص ۷۷۔۷۸،لاہور،مکتبہ چراغ راہ،۱۹۵۱ء

۸۔ القرضاوی،یوسف ڈاکٹر،اسلام اور معاشی تحفظ،۲۰(مترجم:عبدالحمید صدیقی)۔لاہور،البدر پبلی کیشنز،۱۹۷۸ء

۹۔ Afzal-ur-Rehman, Economic Doctrines of Islam, 2/55
Lahore, Islamic Publications Ltd. 1975.

۱۰۔ الانصاری،مولانا حامد،اسلام کا نظام حکومت،ص ۴۱۴،لاہور،مکتبہ الحسن،س۔ن

۱۱۔ شاہ ولی اللہ،حجۃ اللہ البالغہ،۲/ ۲۷۰،(مترجم عبدالرحیم،پروفیسر)لاہور،قومی کتب خانہ،س۔ن

۱۲۔ ایضاً، ۱/۴۰۴

۱۳۔ Ahmed, Zia-ud-Din, Islam, Poverty and Income Distribution,
P-43, UK, Leicester, Islamic Foundation, 1991.

۱۴۔ القرضاوی،یوسف ڈاکٹر،فقہ الزکوۃ،۲/۴۲۲،(مترجم:ساجد الرحمٰن صدیقی)لاہور،البدر پبلی کیشنز،۱۹۸۱ء

۱۵۔ الرعد/۱۷

۱۶۔ ایضاً،۲/۴۳۴

۱۷۔ Mazher-ud-Din Siddiqui, Marxism or Islam, P-135,
Islamabad, Dawah Academy, Islamic University.

۱۸۔ سید قطب شہید،اسلام میں عدل اجتماعی،۳۴۵،(مترجم:نجات اللہ صدیقی)لاہور،اسلامک پبلی کیشنز،۱۹۸۱ء

۱۹۔ بنی اسرائیل/۷۰

۲۰۔ شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ،۱/۴۰۴،(مترجم عبدالرحیم، پروفیسر) لاہور، قومی کتب خانہ، س۔ن
۲۱۔ اقبال، محمد شیخ،علم الاقتصاد،ص۲۳، کراچی، اقبال اکادمی، س۔ن
۲۲۔ البیہقی، ابوبکر احمد بن الحسین، شعب الایمان،۶/۴۳۔۴۴، بیروت، دار الکتب العلمیہ،۱۹۹۰ء
۲۳۔ سید قطب شہید، اسلام میں عدل اجتماعی،ص۳۲۹۔۳۳۰،(مترجم نجات اللہ صدیقی) لاہور، اسلامک پبلی کیشنز،۱۹۷۹ء
۲۴۔ Gupta Syamaprasad, Amodel for Income distribution, employment and Growth, P-8, London, The John,s Hopkins University Press.
۲۵۔ سید قطب شہید، اسلام میں عدل اجتماعی،ص۳۴۷
۲۶۔ شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ،۲/۲۸۵،(مترجم:عبدالرحیم، پروفیسر)
۲۷۔ Akram Khan, Issues In Islamic Economics, P-149, Lahore, Islamic Publications Ltd, 1983.
۲۸۔ صدیقی، عبدالحمید، انسانیت کی تعمیر نو اور اسلام،ص۹۴۔۹۵، لاہور، اسلامک پبلشنگ ہاؤس،۱۹۹۱ء
۲۹۔ تنزیل الرحمٰن، ڈاکٹر، مجموعہ قوانین اسلام،۵/ ۱۵۸۵، اسلام آباد، ادارہ تحقیقات اسلامی،۱۹۷۸ء
۳۰۔ توقیر، مرزا رزقی، کتاب المیراث،ص۱۱، مئی۱۹۶۱ء
۳۱۔ ایضاً،ص۱۶
۳۲۔ سید علی بلگرامی، گستاولی بان، ڈاکٹر، تمدن ہند،ص۵۱۶، لاہور، مقبول اکیڈمی، س۔ن
۳۳۔ Darybadi, Abdul Majid Maulana, Tafsir-ul-Quran, Vol:1,P-306, Islamabad, Islamic Book Foundation.
۳۴۔ سید علی بلگرامی، گستاولی بان، ڈاکٹر، تمدن ہند،ص۵۴۶
۳۵۔ القاسمی، محمد جلال الدین، تفسیر القاسمی،۳/۴۲، بیروت، دار الفکر،۱۹۷۸ء
۳۶۔ حقانی، ابو محمد عبدالحق، فتح المنان تفسیر حقانی،۳/۱۷۰، لاہور، مکتبہ الحسن، س۔ن
۳۷۔ نعیم صدیقی، معاشی ناہمواریوں کا اسلامی حل،ص۲۱۶، لاہور، مکتبہ چراغ اسلام،ص۱۹۵۱ء
۳۸۔ قطب الدین احمد، عبدالحکیم، خلیفہ ڈاکٹر، اسلام کا نظریہ حیات،ص۲۹۲۔۲۹۳، لاہور ادارہ ثقافت اسلامیہ س۔ن
۳۹۔ Iqbal, Muhammad Sir, The Reconstruction of Religious

Thought in Islam, p-135, Lahore, Institute of Islamic Culture, 1997

۴۰۔ سید علی بلگرامی، گستاولی بان، ڈاکٹر، تمدن عرب، ص ۵۲۹، لاہور مقبول اکیڈمی، س۔ن

۴۱۔ البیہقی، ابوبکر احمد بن الحسین، شعب الایمان، ۵/ ۲٦۷، بیروت، دار الکتب العلمیہ، س۔ن

۴۲۔ Afzal-ur-Rehman, Economic Doctrines of Islam, 2/61

۴۳۔ سیوہاروی، حفظ الرحمن، مولانا، اسلام کا اقتصادی نظام، ص ۳۵٦، لاہور، ادارہ اسلامیات، ۱۹۷۴ء

۴۴۔ تھانوی، مولانا اشرف علی، احکام اسلام عقل کی نظر میں، ص ۲۴٦، کراچی، دار الاشاعت بالمقابل مولوی مسافر خانہ، ۱۹۷۸ء

۴۵۔ ایضاً، ص ۲۴۷

۴٦۔ Abdul Hakim Khalifa, Islam and Communism, P-241, Lahore The Institute Of islamic Culture, 1953

۴۷۔ اصلاحی، امین احسن، مولانا، تدبر قرآن، ۲/ ۳۳، لاہور، مرکزی انجمن خدام القرآن، مئی ۱۹۷۱ء